بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۃ الفاتحہ

پہلا پارہ سورہ فاتحہ مکمل اور سورہ بقرہ کے کچھ حصہ پر مشتمل ہے،اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس پر بھی کہ یہ بالکل ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی ، یہ سورت سات آیات پر مشتمل ہے، مختصر ہونے کے باوجود اس میں کتاب مقدس کے اساسی مقاصد اجمالی طور پر آ گئے ہیں ، اسی لئے اسے ''ام القرآن'' اور ''اساس القرآن'' بھی کہا جاتا ہے،یعنی قرآن کی بنیاد۔اس سورہ کی حیثیت قرآن کے دیباچہ کی بھی ہے اور خلاصہ کی بھی ہے۔قرآن کریم کے بنیادی مضامین تین ہیں: توحید، رسالت اور قیامت۔

اس سورت کی ابتدائی دو آیتوں اور چوتھی آیت میں توحید کا مضمون ہے، تیسری آیت میں قیامت کا ذکر ہے، پانچویں اور چھٹی آیت میں نبوت اور رسالت کی طرف اشارہ ہے، یونہی اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات مذکور ہیں ، اسی کی عبادت اور اسی سے استعانت اور استقامت وہدایت کی دعاء کا حکم ہے، ایک طرف انبیاء اور صلحاء کا تذکرہ ہے تو دوسری طرف ان قوموں کی روش سے بچنے کی تلقین ہے جو اپنی علمی اور عملی کج روی کی وجہ سے اللہ کے غضب اور عذاب کی مستحق ہوگئیں ۔ یہ دعویٰ بلاخوفِ تردید کیا جا سکتا ہے کہ سورہ فاتحہ ایک بے مثال دعاء، معارف کا بیش بہا خزانہ اور قرآنی علوم کا ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں ایک سو تیرہ سورتوں کی جھلک ہم مختصر وقت میں دیکھ سکتے ہیں، شاید یہ جھلک بار بار دکھانے کے لئے ہی ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ

سورۂ بقرہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے جو کہ دوسو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے، سورۂ بقرہ کا اکثر حصہ ہجرتِ مدینہ کے بعد بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا، عربی زبان میں بقرہ گائے کو کہتے ہیں، چونکہ اس سورہ میں بقرہ کا لفظ بھی آیا ہے اور گائے ذبح کرنے کا واقعہ بھی مذکور ہے اس لئے اسے ''سورۃ البقرۃ'' کہا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک مالدار شخص کو اس کے بھتیجے نے مالِ وراثت ہتھیانے کی غرض سے قتل کردیا، پھر رات کی تاریکی میں نعش اٹھا کر کسی دوسرے کے دروازے پر ڈال دی اور اس پر قتل کا دعویٰ کردیا، قریب تھا کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کے خاندان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھالیتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انہیں گائے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کا کچھ حصہ اس مقتول کے جسم کے ساتھ لگانے کا حکم دیا، ایسا کرنے سے مقتول زندہ ہوکر اٹھ بیٹھا اور اس نے اپنے قاتل کی نشاندہی کردی، اتفاق سے انہی دنوں بنی اسرائیل کا ایک گروہ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار بھی کررہا تھا، مقتول کے زندہ ہونے سے نہ صرف یہ کہ قاتل کی نشاندہی ہوگئی بلکہ **بعث بعد الموت** پر ایک حجت بھی قائم ہوگئی، علاوہ ازیں مصریوں کے ساتھ طویل عرصہ تک رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کے دِل میں گائے کی جو عقیدت ومحبت رچ بس گئی تھی، گائے ذبح کرنے کا حکم دے کر اس کی تردید اور توہین بھی کردی گئی۔

اس واقعہ کے علاوہ پہلے پارہ میں جو اہم مضامین بیان ہوئے ہیں وہ درجِ ذیل ہیں:

(۱) اس سورت کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزہ ''قرآن کریم'' کے ذکر سے ہوئی ہے، یوں تو آپ کو متعدد حسی اور مادی معجزات بھی عطاء کئے گئے لیکن آپ کا سب سے بڑا معجزہ علمی تھا۔ اس کی ابتداء حروفِ مقطعات میں سے ''الم'' کے ساتھ ہوئی ہے، ابتداء کا یہ

انداز عربوں کے لیے غیر مانوس تھا، اس انداز نے ان کی توجہات اپنی طرف مبذول کر لیں اور وہ توجہ سے بات سننے پر مجبور ہو گئے، قرآن کریم کی جن سورتوں کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوا ہے، وہاں قرآن کریم کی عظمت و صداقت اور اعجاز وحقانیت کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے علماء کی ایک بڑی جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ حروف لا کر حقیقت میں، قرآن کو انسانی کاوش قرار دینے والوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر واقعی قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ساختہ کلام ہے تو تم بھی ان حروف سے جنہیں تم شب و روز استعمال کرتے ہو ایسا ہی کلام بنا لو، تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور زباں دانی پر بڑا ناز ہے جس کی وجہ سے تم اپنے مقابلے میں سارے انسانوں کو عجم (گونگے) کہتے ہو لیکن تاریخ گواہ ہے کہ نہ کل کے کافروں نے اس چیلنج کو قبول کیا، نہ آج کوئی قبول کرنے والا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی اسے قبول کر سکے گا۔

(۲) انسانوں کی تین قسمیں ہیں: مؤمن، کافر اور منافق۔ مومنوں کی نمایاں صفات پانچ ہیں:

☆ ایمان بالغیب.......: یعنی ان حقائق پر ایمان جن کا حواس سے ادراک نہیں کیا جا سکتا جیسے جنت، دوزخ، حشر نشر اور حساب و جزاء وغیرہ۔

☆ اقامتِ صلوٰۃ.......: یعنی نماز کو شروط و آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے مستقل اداء کرتے رہنا۔

☆ اداءِ زکوٰۃ.......: قرآن کریم میں عام طور پر نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھے ہی ذکر آیا ہے کیونکہ نماز اللہ کا اور زکوٰۃ بندوں کا حق ہے اور انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دونوں قسم کے حقوق اداء نہ کرے۔

☆......ان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان جو مختلف زمانوں میں انبیاء ورسول پر نازل کی گئیں۔

☆......آخرت کی ایسی تصدیق جس میں شک کی کوئی ملاوٹ نہ ہو یہاں قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کا تذکرہ چار آیات میں، کفار کا دو آیات میں اور منافقوں کا تیرہ آیات میں فرمایا ہے، ان تیرہ آیات میں منافقوں کے بارہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں،

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان اوصافِ بد سے اپنا دامن بچا کر رکھیں ، یہ اوصاف اور علامات درج ذیل ہیں:

جھوٹ ، دھوکا ، عدمِ شعور قلبی بیماریاں (حسد، تکبر اور حرص وغیرہ) مکروفریب ، سفاہت ، احکامِ الٰہی کا استہزاء، زمین میں فتنہ وفساد، جہالت، ضلالت، تذبذب اور اہلِ ایمان کا تمسخر۔

(۳) حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کا قصہ جو ابلیس لعین کے ساتھ پیش آیا، حقیقت میں یہ ساری انسانیت اور اس دنیا کی ابتداء سے انتہاء تک کا قصہ ہے، یہ قصہ حق اور باطل، خیر اور شر کے درمیان دائمی کشمکش کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کی عظمتِ شان بتاتا ہے، انہیں ارضی خلافت عطاء کی گئی ، ایسے علم سے نوازا گیا جو فرشتوں کے پاس نہیں تھا، ملائکہ کو ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا۔ منصبِ خلافت پر فائز ہونے کی وجہ سے بنو آدم اس امر کے پابند ہیں کہ وہ زمین پر اللہ کے حکموں کو نافذ کریں اور دنیا کا نظام ویسے چلائیں جیسے اللہ چاہتا ہے۔

(۴) یوں تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے لیکن ان کے بارے میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث سورہ بقرہ کرتی ہے پہلا پارہ تقریباً پورا ہی ان کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

اس تذکرہ میں سب سے پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بے شمار ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی نعمتیں عطاء فرمائیں مثلاً ان کے اندر کثرت سے انبیاء پیدا فرمائے، انہیں دنیاوی خوشحالی عطاء کی، عقیدۂ توحید اور ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ فرعون کے مظالم سے نجات دی، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں مصر سے ہجرت کی اور فرعون نے ان کا تعاقب کیا تو سمندر میں ان کے لئے راستے بنا دیئے اور ان پر ظلم وستم ڈھانے والے کو ان کی نظروں کے سامنے بمع لاؤلشکر غرقاب کر دیا، صحرائے سینا میں وہ بے سروسامانی کے عالم میں تھے، ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ کا اور سایہ کے لئے ٹھنڈے بادلوں کا انتظام فرمادیا، پینے کے لئے پانی کی تلاش ہوئی تو پتھر سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ اس کے بعد

بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کا شکر اداء نہ کیا اور بتدریج کفرانِ نعمت کی بیماری میں مبتلا ہوگئے چنانچہ انہوں نے حق کو چھپایا، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا، بچھڑے کو معبود بنالیا، دشتِ سینا میں بے صبری اور حرص وطمع کا مظاہرہ کیا، اریحاء شہر میں متکبرانہ انداز میں داخل ہوئے جبکہ انہیں عاجزی کے ساتھ داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا، انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا، بار بار بدعہدی کے مرتکب ہوئے، ان کے دل سخت ہو گئے تھے، انہوں نے کلام اللہ میں لفظی اور معنوی تحریف کی، شریعت کے بعض احکام پر وہ ایمان لائے اور بعض کا انکار کرتے رہے، وہ بغض اور حسد کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، انہیں مادی زندگی سے مبالغے کی حد تک محبت تھی، مقرب فرشتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے، سحر وکہانت میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے، ان کے ہاں ایسے عملیات کو قبولِ عام حاصل تھا جن کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر کے عشق پرُ از فسق کی راہ ہموار کی جائے، بدعملی کے باوجود جنت کے واحد ٹھیکیدار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، وہ بڑے وثوق سے کہتے تھے کہ جنت میں صرف وہی جا سکتا ہے جو یہودی ہو اور یہی دعویٰ نصاریٰ بھی کرتے تھے، اس کے ساتھ دونوں یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ صرف ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے مخالف فرقہ کے پاس کوئی دلیل نہیں (سوچنے اور عبرت ونصیحت کی بات یہ ہے کہ کہیں ان خرابیوں میں سے کوئی خرابی ہم مسلمانوں میں تو نہیں پائی جاتی)۔ یہود پر انعامات اور ان کے کفرانِ نعمت اور جرائم کی تفصیل کے بعد تذکرہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جن کی عظمتِ شان کو یہود اور نصاریٰ دونوں تسلیم کرتے تھے اور فخریہ طور پر ان کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے، حالانکہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضرور کرتے کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں ہی کا ثمر تھے، یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مختلف ابتلاؤں اور آزمائشوں میں ڈالا لیکن وہ ہر آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے، والد کی بت پرستی سے بیزاری کا معاملہ ہو، یا قوم سے ٹکراؤ کا، نمرود سے بحث ومباحثہ کا مرحلہ ہو یا آگ میں ڈالے جانے اور وطن سے ہجرت کا،

بیوی اور بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنے کا حکم ہو یا لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کا، اللہ کے خلیل ہر مقام پر ثابت قدم رہے اور ان کے قدموں میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی، اسی ثابت قدمی کی برکت تھی کہ ان کی دعائیں قبول ہوئیں۔ مکہ پرامن شہر بنا، وہاں کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق میسر آیا اور سب سے بڑی دعاء جو قبول ہوئی وہ یہ کہ اللہ نے قریش کی نسل سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا، حضرتِ خلیل کے آثر اور مفاخر بیان کرنے کے بعد اللہ فرماتے ہیں کہ ملتِ ابراہیمی سے وہی شخص اعراض کرسکتا ہے جو شقی، احمق اور خواہشات کا غلام ہو، یہود ونصاریٰ واقعی ایسے تھے وہ حضرت ابراہم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت تو کرتے تھے مگر ان کا زعمِ باطل یہ تھا کہ نجات حنیفیت کی اتباع میں نہیں ہے بلکہ یہودیت اور نصرانیت کی اتباع میں ہے، اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ انہیں حنیفیت یعنی دینِ اسلام کی طرف دعوت دیں جو کہ تمام انبیاء کا دین ہے، اگر وہ آپ کی دعوت کو قبول کرلیں تو ہدایت پاجائیں گے اور اگر قبول نہ کریں تو ان کا انکار اور گمراہی کسی دلیل کی بناء پر نہیں ہوگی بلکہ ضد اور عناد کی بناء پر ہوگی تو آپ انہیں عناد کی گندگی میں پڑا رہنے دیں، اللہ ان سے نمٹ لے گا، ارشاد ہوتا ہے ''اگر یہ یہود ونصاریٰ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت پاجائیں گے اور اگر وہ منہ موڑے رہیں تو اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ ضد اور مخالفت ان کی عادت ہے، اگر انہوں نے شرارت کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب نمٹ لے گا وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (۱۳۷)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]